سُلگتا بلوچستان

بلوچستان پاکستان کا رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہونے کے ساتھ ساتھ جغرافیائی اعتبار سے بے حد اہم حیثیت کا حامل ہے۔ افغانستان اور ایران کے ساتھ طویل سرحدوں کی بدولت یہ دنیائے مغرب کو مشرق سے ملانے اور وسط ایشیاء کے ممالک کو مغربی منڈیوں تک پہنچانے کا راستہ بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس صوبے کو بے شمار قدرتی وسائل سے بھی مالا مال کر رکھا ہے۔ سونا، تانبا، لوہا، کرومیم، کوئلہ، جست کے علاوہ قیمتی پتھر سنگ مرمر، گرینائیٹ کی طویل و عریض چٹانیں، گندھک کے بڑے بڑے پہاڑ اس صوبے کے وجود کا حصہ ہیں۔ تیل گیس کے ذخائر اس کے علاوہ پھلو اور دیگر اجناس سے بھی مالا مال یہ صوبہ بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے۔

بلوچستان میں اٹھنے والی شورشوں کی جڑیں خاصی گہری ہیں اور اس کی بہت پرانی وجوہات ہیں جن کی طرف بروقت توجہ نہ دینے کی وجہ سے بلوچستان کا مسئلہ الجھتا چلا گیا۔ اگر بلوچستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ بلوچستان میں حالیہ شورشیں قانونی، انتظامی سیاسی اور جغرافیائی نوعیت کی ہیں۔ اگرچہ پاکستان کے ساتھ بلوچستان کے الحاق کو آج تک قوم پرستوں نے قبول نہیں کیا، اور وہ اس پر وقتاً فوقتاً اپنے تحفظات کا اظہار کرتے رہتے ہیں لیکن یہ قوم پرست جماعتیں الحاق کے متنازعہ موقف کے باوجود فیڈریشن کے نظریے کے ساتھ چلتی رہی ہیں افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بہت سے معاملات میں بے انصافی اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کے باعث یہ سیاسی قوتیں بھی وقت کے ساتھ ساتھ وفاق سے دور ہوتی چلی گئیں۔

آبادی کے لحاظ سے چھوٹے پس ماندہ اور غریب صوبے کے ساتھ ہمدردی شفقت محبت اور خلوص کی بجائے جب بے اعتمادی کی فضا پیدا کی گئی، سوتیلی اولاد جیسا سلوک کیا گیا اور اجنبیت کی فضا کو برقرار رکھا گیا تو آہستہ آہستہ نفرت کی فضا پیدا ہوتی چلی گئی۔ وفاق نے بلوچستان کے وسائل سمیٹنے میں تو کوئی کمی نہیں کی لیکن صوبے کے مسائل حل کرنے، یہاں کے لوگوں کو وسائل دینے اور اس صوبے کی ترقی و خوشحالی کے لئے وسائل فراہم کرنے میں ہمیشہ تنگ دلی کا مظاہرہ کیا۔

اس کی زندہ مثال بلوچستان کے علاقے سے نکلنے والی معدنی گیس ہے جو کہ 1953ء میں دریافت ہوئی۔ وہ چند سالوں میں اسلام آباد پشاور اور پنجاب کے علاقوں میں چولہے روشن کرنے لگی اور فیکٹریاں آباد کرنے لگی۔ لیکن خود صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں گیس 32 سال بعد 1985ء میں پہنچ سکی۔ اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی کہ خود سوئی شہر کے کئی علاقے، محلے اور آبادیاں آج تک اس نعمت سے محروم ہیں، بلوچستان کے کئی چھوٹے بڑے شہر آج تک اس معدنی دولت سے محروم ہیں اس محرومی کو اگر اس تناظر میں بھی دیکھا جائے کہ بلوچستان سے نکلنے والی معدنی گیس کی فی مکعب فٹ قیمت دوسرے صوبوں سے دریافت ہونے والی گیس کے مقابلے میں کم رکھی گئی ہے تو کیا یہاں کے لوگ اجنبیت اور محرومی کی اس انتہا کو نہیں پہنچیں گے جہاں آج موجود ہیں؟ یہ قیمت حالیہ قومی مالیاتی رپورٹ میں، جسے NFC رپورٹ کہا جاتا ہے، یکساں کی گئی ہے اور کئی سالوں سے ہونے والے اس استحصال کو اب ختم کیا گیا ہے۔

وفاقی ملازمتوں میں بلوچستان کا کوٹہ صرف 3.3 فیصد تھا جسے چند ماہ پہلے بڑھا کر 5 فیصد کیا گیا ہے۔ ان ملازمتوں پر بھی بعض

اوقات دوسرے صوبوں کے افراد آجاتے ہیں ۔ اسی طرح قومی دولت کی فی کلومیٹر تقسیم کے لحاظ سے بلوچستان بہت نیچے ہے۔غربت کی شرح پچاس فیصد سے زائد ہے۔

اکثر علاقوں میں پرائمری سکول تک نہیں جس کی وجہ سے بلوچستان کے 45 فیصد سے بھی کم بچے پرائمری سطح کی تعلیم کیلئے داخل ہو پاتے ہیں ۔ ہائی سکول اور کالج کی سطح پر تعلیم کا اس سے بھی بُرا حال ہے ۔ اسی وجہ سے شرح خواندگی بہت کم ہے ۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے پورے صوبے کا انحصار صرف دارالحکومت کوئٹہ پر ہے اگر تربت، پنجگور، گوادر، ژوب، حب، لسبیلہ اور دیگر دوردراز کے علاقوں سے طلبا و طالبات نے ایم اے کے امتحانات میں شامل ہونا ہو تو انہیں کوئٹہ آنا پڑتا ہے۔

یہاں کی 23 فیصد آبادی کو پینے کے صاف پانی تک رسائی حاصل ہے۔ جبکہ دیگر صوبوں میں یہ سہولت 55 فیصد ہے۔ صوبے میں آج بھی ایسی لا تعداد آبادیاں ہیں جہاں انسان اور جانور ایک ہی تالاب سے پانی پینے پر مجبور ہیں بجلی صوبے کے 12 فیصد علاقے تک پہنچ پائی ہے اس جدید دور میں مواصلات کے لئے صرف پانچ شاہراوں سے یہ صوبہ مستفید ہے اور ان شاہراہوں کی حالت بھی انتہا ئی خراب ہے گھنٹوں کے سفر کے بعد ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پہنچا جاتا ہے۔

یہ صوبہ جو اکتیس اضلاع پر مشتمل ہے، ماسوائے کوئٹہ کے کہیں پر بھی متوسط درجے کی صحت کی سہولتیں میسر نہیں ہسپتالوں کی عمارتیں کھنڈرات میں تبدیل ہو چکی ہیں دور دراز علاقوں سے مریضوں کو کوئٹہ آنا پڑتا ہے اس وجہ سے حاملہ خواتین کی اموات کی شرح زیادہ ہے اور اکثر و بیشتر لوگوں کو علاج کیلئے کراچی اور لاہور کا سفر کرنا پڑتا ہے ۔ خود کوئٹہ پر افغانستان سے آنے والے مریضوں کا بوجھ بھی ہوتا ہے۔

صوبے کے اعلیٰ انتظامی عہدوں پر ہمیشہ غیر بلوچستانی لوگوں کو تعینات کیا جاتا رہا ہے جس کی وجہ بلوچستان کے عوامی حلقوں میں وفاق کی طرف سے بے اعتمادی سمجھی جاتی رہی ہے اسی طرح بلوچستان میں شروع ہونے والے میگا پروجیکٹس کی مخالفت بھی کی جاتی رہی ہے ۔ ان پروجیکٹس میں گوادر میں گہرے سمندر کی بندرگاہ ، گوادر تا وسط ایشیاء ریلوے لائن ، ریکوڈک اور سیندک میں سونے اور تانبے کا اخراج ، چمانگ میں کوئلے کیلئے کان کنی اور اسی طرح ترکمانستان افغانستان پاکستان انڈیا گیس پائپ لائن کی تنصیب کے منصوبے شامل ہیں ۔ اس کے بارے میں بلوچستان کے تمام سیاسی سماجی حلقے اور بلوچ قوم پرست اس بات پر متفق ہیں کہ ان ذخائر کی بنیادی ملکیت بلوچستان کی ہے چنانچہ ان کی دریافت اور اخراج پر اور اس کی تجارت پر ان کا حق ہونا چاہیے لیکن وفاقی حکومت نے اس حوالے سے جو بھی معاملات کئے ان میں بلوچستان کے مفاد کا خیال نہیں رکھا اور نہ ہی انہیں مشورے میں شامل کیا۔ لیکن بلوچستان کی موجودہ حکومت نے نہ صرف گوادر پورٹ کا حقِ نگرانی وفاق سے واپس لیا ہے بلکہ ریکوڈک اور وفاق کے درمیان معاہدے کو بھی مسترد کر دیا ہے اور اس وقت یہ مسئلہ سپریم کورٹ کے از خود نوٹس کے تحت اس کے ایک بنچ کے سامنے زیر سماعت ہے یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مایہ ناز ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر ثمر مبارک نے کہا ہے کہ ریکوڈک کے ذخائر ملک اور صوبے کے لئے نہایت قیمتی ہیں اور گوادر کی بندرگاہ کے حوالے سے قوم پرستوں کا کہنا ہے کہ اس منصوبے سے بلوچ اپنے ہی علاقے میں اقلیت بن جائیں گے اور تجارت کاروبار ملازمتیں مزدوری سب پر غیر مقامی لوگوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ بلوچستان میں ایسے منصوبے لوٹ کھسوٹ اور بلوچ وسائل پر قبضے کے برابر ہیں ۔ ان کے خیال میں بیرونی صوبہ سے آنے والے سرمایہ دار لوگوں سے یہاں پنجاب کو مزید بالا دستی ملے گی اور یہاں کے لوگ مزید محکوم ہو جائیں گے۔

بلوچستان میں ہونے والی شورش میں بیرونی مداخلت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔اس بیرونی مداخلت میں امریکہ اور بھارت ملوث ہیں اور وہ اپنے منصوبے اور عزائم کے تحت یہاں کے حالات کی خرابی کے ذمہ دار ہیں یہاں کی حکومت یا تو ان کے ساتھ ہے اور یا جان بوجھ کر آنکھیں بند کئے بیٹھی ہے۔

اس وقت صوبے کے بلوچ اضلاع میں علیحدگی کی تحریک زوروں پر ہے۔حکومت کی نااہلی اور ایجنسیوں کے پیچیدہ کردار کی وجہ سے دوریاں بڑھ رہی ہیں۔ لچک دکھانے کی بجائے حکومت ڈنڈے کے زور پر قوت کے ذریعے معاملات کنٹرول کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔حکومت نے آغاز حقوق بلوچستان جیسے کھوکھلے پیکج کے ذریعے یہاں کے لوگوں کو مطمئن کرنا چاہا لیکن یہ کھلونا بلوچ عوام کو بہلا نا سکا بلکہ نوجوانوں اور نوجواں لڑکیوں اور خواتین میں اس فکر کے اثرات بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ بے گناہوں کو غائب کردینا کہاں کا انصاف ہے؟ گمشدگی اور قتل جیسے رویوں کی بدولت یہ سوچ پختہ ہورہی ہے کہ ''پنجابی سیاست'' کے ساتھ چلنا ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر تجزیہ نگار یہاں کے حالات کو مشرقی پاکستان جیسے حالات سے مشابہ قرار دیتے ہیں کیونکہ تعصب نفرت اور بے اعتمادی کی ایسی فضا تیار کی جاچکی ہے جس کیوجہ سے فکری انتشار بڑھتا چلا جارہا ہے اور اس وجہ سے ٹارگٹ کلنگ لاپتہ افراد اور مسخ شدہ لاشیں بلوچستان کا مقدر بنتی چلی جارہی ہیں۔2007ء سے 2010ء تک سینکڑوں آباد کار بے دردی سے قتل کئے گئے۔ ہزاروں گھرانے خوف و ہراس کا شکار ہوکر نقل مکانی پر مجبور ہوگئے جس میں ایک بڑی تعداد اساتذہ اور ڈاکٹرز کی تھی۔ان سب کے پیچھے مشرف دور کی وہ فصل ہے جو اس آمر نے بوئی اور نواب اکبر خان بگٹی کو قتل کروایا۔اس کے بعد اس قتل کو پنجاب استعمار کا حملہ قرار دیا گیا اور بلوچ شہروں سمیت کوئٹہ میں پنجابی اور اردو بولنے والے صوبوں سے آباد غیر مقامی افراد پر حملے شروع ہوگئے ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہونے والے افراد میں سیاست دان، ماہرین، اساتذہ، صحافی، ڈاکٹر، انجینئر، مزدور اور حکام شامل ہیں۔لیکن حیرت کا مقام یہ ہے کہ تین چار سالوں میں انتظامی مشینری پولیس اور دوسرے سکیورٹی ادارے مکمل طور پر ناکام رہے اور دوسری طرف اغوا اور گرفتاریوں کے ذریعے لوگوں کو غائب کیا جاتا رہا۔

یہ سلسلہ آج تک جاری ہے بلوچستان میں گمشدہ افراد کے لئے قائم تنظیم نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے گیارہ سو سے زائد افراد کی فہرست اس حکومتی ادارے کے حوالے کی ہے جو ان کی بازیابی کے لئے بنایا گیا ہے اور گزشتہ چھ ماہ سے بعض لاپتہ افراد کی مسخ شدہ لاشیں ویرانوں سے ملنا شروع ہوگئی ہیں جن میں مزاحمتی تنظیموں کے لوگ اور قوم پرست سیاسی جماعتوں کے لوگ شامل ہیں۔قوم پرست اس کا الزام خفیہ ایجنسیوں پر لگاتے ہیں۔اس دوران کچھ نئی تنظیمیں بھی منظر عام پر آئی ہیں جنہوں نے ان لاپتہ افراد کے قتل کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ یہ لوگ وطن دشمن اور بے گناہوں کے قاتل تھے لہذا ہم نے انہیں بطور سزا اغوا کیا اور قتل کردیا ہے۔لیکن قوم پرست اسے حکومت اور فوج کی سازشیں قرار دیتے ہیں۔آبادکاروں کے قتل کے بعد ٹارگٹ کلنگ میں بلوچ لیڈرشپ نشانہ بن رہی ہے جس میں صوبے کا وزیراعلیٰ اور گورنر (جو کہ خود ایک قبیلے کے سردار ہیں) بھی شامل ہیں۔

نتیجہ یہ کہ حکمران اگر ہوش کے ناخن لیں، اپنے اہم صوبے کے لوگوں کو ہمدردی اور محبت سے جیتنے کی کوشش کریں تو حالات بدل سکتے ہیں۔حکمت تدبر معاملہ فہمی کے ذریعے محرومیوں کا تدارک کیا جائے، ملک کی عدالتیں گنا گاروں کو سزا دیں۔ پکڑ دھکڑ اور غائب کردینے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ بلوچستان کے حالات پر پوری قوم کو تشویش ہونی چاہیے۔حکمرانوں کو سوچنا چاہیے مذہبی اور سیاسی جماعتوں کو مل بیٹھ کر اس مسئلے کا حل کرنا چاہیے بلوچ عوام اور بلوچ

طلبہ ونوجوانوں کا غصہ اور نفرت کا اظہار کرنا حق پر مبنی ہے بلوچستان کے عوام این ایف سی ایوارڈ، آغاز حقوق بلوچستان پیکج، میگا پروجیکٹس ،اٹھارویں آئینی ترمیم کے ذریعے بھیک اور خیرات نہیں مانگتے بلکہ وہ اپنی عزت اور جان و مال کی حفاظت اپنے وسائل پر اپنا حق ٹارگٹ کلنگ اور انسانی لاشوں کے مسخ کئے جانے کے المناک اور ظالمانہ اقدامات سے ہمیشہ کے لئے نجات چاہتے ہیں بلوچستان میں حالات کی خرابی کے لئے وفاقی ،صوبائی حکومتیں ،فوج ،ایف سی اور قانون نافذ کرنے والے ادارے برابر کے ذمہ دار ہیں، جن کی کوتاہی کی وجہ سے بیرونی ہاتھ اپنا کھیل کھیل رہا ہے ۔ بلوچستان کے عوام تمام پاکستانیوں کی دعاؤں کے بھی طلب گار ہیں کہ وہ جلد از جلد حالات کے اس بھنور سے نکل پائیں اور اور پاکستان کی سلامتی پر کوئی آنچ نہ آئے ۔آمین

☆☆☆